امن کے شہزادہ کا آخری پیغام

ناشر

نظارت نشرواشاعت قادیان

امن کے شہزادہ کا آخری
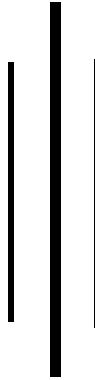
پیغام

الناشر

نظارت نشر و اشاعت قادیان

نام کتاب	:	امن کے شہزادہ کا آخری پیغام (حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی کتاب ''پیغام صلح'' سے ماخوذ ارشادات)
سن اشاعت	:	2013ء
تعداد	:	1000
ناشر	:	نظارت نشر و اشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان، قادیان 143516، ضلع گورداسپور، پنجاب، انڈیا۔
مطبع	:	فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان

ISBN : 978-81-7912-286-0

Aman ke Shehzada Ka Aakhri Paigam
(In Urdu)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اس زمانہ کے مصلح اور شہزادۂ امن حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جو تعلیم اور اصول دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں اُن سے نہ صرف ملک کے اندر بسنے والی مختلف اقوام و مذاہب میں صلح و امن کی بنیاد پڑتی ہے اور ملک کی ترقی و سربلندی کے لئے رستہ ہموار ہوتا ہے بلکہ مشرق و مغرب کے متضاد خیالات اور مذہب و سائنس کی مخالف لہروں کے ملنے کے سامان بھی پیدا ہوتے ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں اسّی (۸۰) کے قریب کتابیں لکھیں اور تقاریر کے ذریعہ بھی لوگوں میں پُر امن و ترقی پسندانہ خیالات کا اظہار کیا۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کی ترقی کے ساتھ ساتھ جوں جوں یہ اصول اور عقائد دنیا کے مختلف ملکوں اور علاقوں میں پہنچ رہے ہیں لوگ ان کو ماننے اور قبول کرنے کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں دنیا کی نجات انہی اصولوں پر چلنے سے ہو سکتی ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اہم کارنامہ اس مادیت اور دہریت کے زمانہ میں زندہ مذہب اور زندہ خدا کو پیش کرنا ہے جو اب بھی اپنی ہستی کا ثبوت نہ صرف عقلی دلائل مہیا کر کے بلکہ آسمانی نشانات و معجزات اور اپنے

کلام سے دیتا ہے۔لاکھوں انسان اس مقدّس وجود کی پیروی کر کے روحانی زندگی کے چشمہ سے سیراب اور قادرِ مطلق خدا سے تعلق پیدا کر کے گناہوں کی زندگی سے پاک ہورہے ہیں اور یہ سلسلہ جلد از جلد بڑھ رہا ہے اور دنیا کے کناروں تک شہرت حاصل کرر ہا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی وفات سے جو ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ءکو ہوئی صرف ایک دودن پہلے اپنا مشہور لیکچر ''پیغام صلح'' تحریر فرمایا جو مورخہ ۲۱؍جون ۱۹۰۸ءکو رائے بہادر پرتول چندر چڑ جی کی صدارت میں آپ کی وفات کے بعد پڑھ کر سنایا گیا۔اس پیغام میں اگرچہ ہندوستان میں بسنے والی دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمان کو زیادہ تر مخاطب کیا گیا ہے لیکن پیش کردہ اصول ملک کی سب قوموں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لئے مفید اور ضروری ہیں۔شری برہم دت اخبار فرنٹیئر میل دہرہ دون مورخہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۴۸ء میں اسی پیغام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

''احمدیہ جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے، جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے،تمام پیشوایانِ مذاہب کی عزت و تکریم کرتے ہوئے احمدیوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی مذہبی کتب میں شامل کیا ہے۔

چالیس سال پیشتر یعنی اس وقت جبکہ ابھی مہاتما گاندھی اُفقِ سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ ''پیغام صلح'' میں پیش فرمائیں جن پر عمل

کرنے سے ملک کی مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔آپ کی شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری اور اخوت و محبت کی رُوح پیدا ہو۔ بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابلِ قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل کے کثیف پردہ میں سے دیکھا اور صحیح رستہ کی طرف رہنمائی کی۔ اگر لوگ اپنی خودغرضی اور غلط لیڈرشپ کی وجہ سے اس سیدھے راستہ کو نہ دیکھ سکے تو یہ ان کی اپنی غلطی تھی اور نفرت و حقارت کے جو کھیت اُنہوں نے بوئے تھے ان کی فصل کاٹنے کے وہ ضرور مستحق ہیں۔''

اختصار کے پیش نظر اصل رسالہ میں سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ جو دوست مکمل رسالہ مطالعہ کرنا چاہیں وہ اس کتاب کے پرنٹ لائن پر مندرج پتہ سے طلب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اس اشاعت کو ہر لحاظ سے بابرکت بنائے اور دنیا میں امن و سلامتی کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین

خاکسار

حافظ مخدوم شریف

ناظر نشر و اشاعت قادیان

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِo
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِo
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِo

پیغامِ صلح

اَے میرے قادر خُدا! اَے میرے پیارے رہنما! تُو ہمیں وہ راہ دکھا جس سے تجھے پاتے ہیں اہلِ صدق وصفا۔ اور ہمیں اُن راہوں سے بچا جن کا مدعا صرف شہوات ہیں یا کینہ یا بُغض یا دنیا کی حرص وہَوا۔

امّا بعد اَے سامعین! ہم سب کیا مسلمان اور کیا ہندو باوجود صدہا اختلافات کے اُس خُدا پر ایمان لانے میں شریک ہیں جو دنیا کا خالق اور مالک ہے اور ایسا ہی ہم سب انسان کے نام میں بھی شراکت رکھتے ہیں یعنی ہم سب انسان کہلاتے ہیں۔ اور ایسا ہی بباعث ایک ہی مُلک کے باشندہ ہونے کے ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ صفائے سینہ اور نیک نیّتی کے ساتھ ایک دوسرے کے رفیق بن جائیں اور دین ودنیا کی مشکلات میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں

اور ایسی ہمدردی کریں کہ گویا ایک دوسرے کے اعضاء بن جائیں۔

اَے ہم وطنو! وہ دین دین نہیں ہے جس میں عام ہمدردی کی تعلیم نہ ہو۔ اور نہ وہ انسان انسان ہے جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو۔ ہمارے خدا نے کسی قوم سے فرق نہیں کیا۔ مثلاً جو جو انسانی طاقتیں اور قوّتیں آریہ ورت کی قوموں کو دی گئی ہیں وہی تمام قوّتیں عربوں اور فارسیوں اور شامیوں اور چینیوں اور جاپانیوں اور یورپ اور امریکہ کی قوموں کو بھی عطا کی گئی ہیں۔ سب کے لئے خدا کی زمین فرش کا کام دیتی ہے اور سب کے لئے اس کا سورج اور چاند اور کئی اور ستارے روشن چراغ کا کام دے رہے ہیں۔ اور دوسری خدمات بھی بجالاتے ہیں۔ اُس کے پیدا کردہ عناصر یعنی ہَوا اور پانی اور آگ اور خاک اور ایسا ہی اس کی دوسری تمام پیدا کردہ چیزوں اناج اور پھل اور دوا وغیرہ سے تمام قومیں فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ پس یہ اخلاقِ ربّانی ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی اپنے بنی نوع انسانوں سے مروّت اور سلوک کے ساتھ پیش آویں اور تنگ دل اور تنگ ظرف نہ بنیں۔

دوستو! یقیناً سمجھو کہ اگر ہم دونوں قوموں میں سے کوئی قوم خُدا

کے اخلاق کی عزت نہیں کرے گی اور اُس کے پاک خُلقوں کے برخلاف اپنا چال چلن بنائے گی تو وہ قوم جلد ہلاک ہو جائے گی اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی ذُرّیت کو بھی تباہی میں ڈالے گی۔ جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے تمام ملکوں کے راستباز یہ گواہی دیتے آئے ہیں کہ خدا کے اخلاق کا پَیرو ہونا انسانی بقاء کے لئے آبِ حیات ہے۔ اور انسانوں کی جسمانی اور رُوحانی زندگی اسی امر سے وابستہ ہے کہ وہ خُدا کے تمام مقدّس اخلاق کی پیروی کرے جو سلامتی کا چشمہ ہیں۔

تمام جہانوں کا ربّ

خدا نے قرآن شریف کو پہلے اسی آیت سے شروع کیا ہے جو سورہ فاتحہ میں ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی تمام کامل اور پاک صفات خدا سے خاص ہیں جو تمام عالموں کا ربّ ہے۔ عالَم کے لفظ میں تمام مختلف قومیں اور مختلف زمانے اور مختلف ملک داخل ہیں اور اس آیت سے جو قرآن شریف شروع کیا گیا یہ درحقیقت اُن قوموں کا ردّ ہے جو خُدا تعالیٰ کی عام ربوبیّت اور فیض کو اپنی ہی قوم تک محدود رکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو ایسا خیال کرتے ہیں کہ گویا وہ خُدا تعالیٰ

کے بندے ہی نہیں اور گویا خُدا نے اُن کو پیدا کر کے پھر ردّی کی طرح پھینک دیا ہے۔ یا اُن کو بھُول گیا ہے اور یا (نعوذ باللہ) وہ اُس کے پیدا کردہ ہی نہیں۔ جیسا کہ مثلاً یہودیوں اور عیسائیوں کا اب تک یہی خیال ہے کہ جس قدر خُدا کے نبی اور رسول آئے ہیں۔ وہ صرف یہود کے خاندان سے آئے ہیں اور خدا دوسری قوموں سے کچھ ایسا ناراض رہا ہے کہ ان کو گمراہی اور غفلت میں دیکھ کر پھر بھی ان کی کچھ پروا نہیں کی جیسا کہ انجیل میں بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مَیں صرف اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں............

غرض یہودیوں اور عیسائیوں کا یہی مذہب ہے کہ تمام نبی اور رسول اُنہیں کے خاندان سے آتے رہے ہیں اور اُنہیں کے خاندان میں خُدا کی کتابیں اُترتی رہی ہیں اور پھر بموجب عقیدہ عیسائیوں کے وہ سلسلہ الہام اور وحی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا اور خُدا کے الہام پر مُہر لگ گئی۔

انہیں خیالات کے پابند آریہ صاحبان بھی پائے جاتے ہیں یعنی جیسے یہود اور عیسائی نبوّت اور الہام کو اسرائیلی خاندان تک ہی محدود

رکھتے ہیں اور دوسری تمام قوموں کو الہام پانے کے فخر سے جواب دے رہے ہیں یہی عقیدہ نوع انسان کی بدقسمتی سے آریہ صاحبان نے بھی اختیار کر رکھا ہے۔ یعنی وہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا کی وحی اور الہام کا سلسلہ آریہ ورت کی چار دیواری سے کبھی باہر نہیں گیا۔ ہمیشہ اسی مُلک سے چار رشی منتخب کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ وید ہی بار بار نازل ہوتا ہے اور ہمیشہ ویدک سنسکرت ہی اس الہام کے لئے خاص کی گئی ہے۔

غرض یہ دونوں قومیں خدا کو ربّ العالمین نہیں سمجھتیں ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جس حالت میں خدا ربّ العالمین کہلاتا ہے نہ صرف رَبّ اسرائیلیاں یا صرف ربّ آریاں تو وہ ایک خاص قوم سے کیوں ایسا دائمی تعلق پیدا کرتا ہے جس میں صریح طور پر طرفداری اور پکش پات پائی جاتی ہے پس ان عقائد کے ردّ کے لئے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو اسی آیت سے شروع کیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور جا بجا اس نے قرآن شریف میں صاف صاف بتلا دیا ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ کسی خاص قوم یا خاص ملک میں خدا کے نبی آتے رہتے ہیں۔ بلکہ خدا نے کسی قوم اور کسی ملک کو فراموش نہیں کیا۔ اور قرآن

شریف میں طرح طرح کی مثالوں میں بتلایا گیا ہے کہ جیسا کہ خدا ہر ایک ملک کے باشندوں کے لئے ان کے مناسب حال اُن کی جسمانی تربیت کرتا آیا ہے ایسا ہی اُس نے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم کو روحانی تربیت سے بھی فیضیاب کیا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر: ۲۵) کہ کوئی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا گیا۔

سو یہ بات بغیر کسی بحث کے قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ سچا اور کامل خدا جس پر ایمان لانا ہر ایک بندہ کا فرض ہے وہ ربّ العالمین ہے اور اُس کی ربوبیت کسی خاص قوم تک محدود نہیں اور نہ کسی خاص زمانہ تک اور نہ کسی خاص ملک تک بلکہ وہ سب قوموں کا ربّ ہے اور تمام زمانوں کا ربّ ہے اور تمام مکانوں کا ربّ ہے اور تمام ملکوں کا وہی ربّ اور تمام فیوض کا وہی سرچشمہ ہے اور ہر ایک جسمانی اور روحانی طاقت اُسی سے ہے اور اُسی سے تمام موجودات پرورش پاتی ہیں اور ہر ایک وجود کا وہی سہارا ہے۔

خدا کا فیض عام ہے جو تمام قوموں اور تمام ملکوں اور تمام زمانوں

پر محیط ہورہا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا کسی قوم کو شکایت کرنے کا موقعہ نہ ملے اور یہ نہ کہیں کہ خدا نے فلاں فلاں قوم پر احسان کیا مگر ہم پر نہ کیا یا فلاں قوم کو اس کی طرف سے کتاب ملی تا وہ اس سے ہدایت پاویں مگر ہم کو نہ ملی یا فلاں زمانہ میں وہ اپنی وحی اور الہام اور معجزات کے ساتھ ظاہر ہوا مگر ہمارے زمانہ میں مخفی رہا۔ پس اُس نے عام فیض دکھلا کر ان تمام اعتراضات کو دفع کر دیا اور اپنے ایسے وسیع اخلاق دکھلائے کہ کسی قوم کو اپنے جسمانی اور روحانی فیضوں سے محروم نہیں رکھا اور نہ کسی زمانہ کو بے نصیب ٹھیرایا۔

پس جبکہ ہمارے خدا کے یہ اخلاق ہیں تو ہمیں مناسب ہے کہ ہم بھی اُنہیں اخلاق کی پیروی کریں لہٰذا اَے ہم وطن بھائیو! یہ مختصر رسالہ جس کا نام ہے پیغامِ صلح بادب تمام آپ صاحبوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور بصدق دل دُعا کی جاتی ہے کہ وہ قادر خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں خود الہام کرے اور ہماری ہمدردی کا راز آپ کے دلوں پر کھول دے تا آپ اس دوستانہ تحفہ کو کسی خاص مطلب اور نفسانی غرض پر مبنی تصور نہ فرماویں۔ عزیزو!! آخرت کا معاملہ تو عام لوگوں پر اکثر مخفی رہتا ہے اور

اُنہیں پر عالم عُقبےٰ کا راز کھلتا ہے جو مرنے سے پہلے مرتے ہیں۔ مگر دنیا کی نیکی اور بدی کو ہر ایک دُور اندیش عقل شناخت کر سکتی ہے۔

اِتفاق کی برکت

یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتّفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دُور نہیں ہو سکتیں اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقلمند سے بعید ہے کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے...... اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور مشیخت سے حقیر کرنا چاہے گی تو وہ بھی داغِ حقارت سے نہیں بچے گی اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہے گا تو اُس کا نقصان وہ آپ بھی اُٹھائے گا جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے۔ اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اُسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہٖ تعالیٰ تعلیم

یافتہ بھی ہوگئے۔اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے اور
بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسبِ حال
ہے۔دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے کہ جو عین گرمی اور
تمازتِ آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے۔پس اس دشوار گزار راہ کے لئے
باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے جو اس جلتی ہوئی آگ کو
ٹھنڈی کردے اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچاوے۔

صُلح کی دعوت

ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے جبکہ
دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔دنیا پر طرح طرح کے ابتلا نازل
ہورہے ہیں۔زلزلے آرہے ہیں قحط پڑ رہا ہے اور طاعون نے بھی ابھی
پیچھا نہیں چھوڑا۔اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر
دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور بُرے کاموں سے توبہ نہیں کرے
گی تو دنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی
کہ دوسری بلا ظاہر ہوجائے گی آخر انسان نہایت تنگ ہوجائیں گے کہ
یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیری مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی

طرح ہو جائیں گے۔ سوائے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے جو وہ صلح کی مانع ہو اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اسی قوم کی گردن پر ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر وقوع میں آسکتا ہے کہ صلح ہو جائے حالانکہ باہم مذہبی اختلاف صلح کے لئے ایک ایسا امر مانع ہے جو دن بدن دلوں میں پھوٹ ڈالتا جاتا ہے۔

مَیں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ درحقیقت مذہبی اختلاف صرف اس اختلاف کا نام ہے جس کی دونوں طرف عقل اور انصاف اور امور مشہودہ پر بنا ہو۔ ورنہ انسان کو اسی بات کے لئے تو عقل دی گئی ہے کہ وہ ایسا پہلو اختیار کرے جو عقل اور انصاف سے بعید نہ ہو اور امور محسوسہ مشہودہ کے مخالف نہ ہو۔ اور چھوٹے چھوٹے اختلاف صلح کے مانع نہیں ہو سکتے بلکہ وہی اختلاف صلح کا مانع ہوگا۔ جس میں کسی کے مقبول پیغمبر اور مقبول الہامی کتاب پر توہین اور تکذیب کے ساتھ حملہ کیا جائے۔

اس ملک کے اَوتار

ماسوااس کے صلح پسندوں کے لئے یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔مثلاً اگر چہ نوخیز مذہب آریہ سماج یہ اصول رکھتا ہے کہ ویدوں کے بعد الہام الٰہی پر مُہر لگ گئی ہے مگر جو ہندو مذہب میں وقتاً فوقتاً اَوتار پیدا ہوتے رہے ہیں جن کے تابع کروڑ ہالوگ اسی ملک میں پائے جاتے ہیں اُنہوں نے اس مُہر کو اپنے دعویٰ الہام سے توڑ دیا ہے جیسا کہ ایک بزرگ اوتار جو اس ملک اور نیز بنگالہ میں بڑی بزرگی اور عظمت کے ساتھ مانے جاتے ہیں جن کا نام سری کرشن ہے۔وہ اپنے مُلْہَم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے پیرو نہ صرف ان کو مُلْہَم بلکہ پرمیشر کر کے مانتے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اَوتار تھا اور خدا اُس سے ہمکلام ہوتا تھا۔

شری گورونانک صاحبؒ

ایسا ہی اس آخری زمانہ میں ہندو صاحبوں کی قوم میں سے

بابا نانک صاحب ہیں جن کی بزرگی کی شہرت اس تمام ملک میں زبان زد عام ہے۔اور جن کی پیروی کرنے والی اس ملک میں وہ قوم ہے جو سکھ کہلاتے ہیں جو بیس لاکھ سے کم نہیں ہیں ۔ باوا صاحب اپنی جنم ساکھیوں اور گرنتھ میں کھُلے کھُلے طور پر الہام کا دعویٰ کرتے ہیں یہاں تک کہ ایک جگہ وہ اپنی ایک جنم ساکھی میں لکھتے ہیں کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ دین اسلام سچا ہے اسی بناء پر انہوں نے حج بھی کیا اور تمام اسلامی عقائد کی پابندی اختیار کی اور بلا شبہ یہ بات ثابت ہے کہ اُن سے کرامات اور نشان بھی صادر ہوئے ہیں اور اس بات میں کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ باوا نانک ایک نیک اور برگزیدہ انسان تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جن کو خدائے عزّ وجل اپنی محبت کا شربت پلاتا ہے۔وہ ہندوؤں میں صرف اس بات کی گواہی دینے کے لئے پیدا ہوا تھا کہ اسلام خدا کی طرف سے ہے جو شخص اس کے وہ تبرّکات دیکھے جوڈیرہ نانک میں موجود ہیں جن میں بڑے زور سے اس نے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دی ہے اور پھر وہ تبرّکات دیکھے جو بمقام گُروہرسہائے ضلع فیروز پور میں موجود ہیں۔جن میں ایک

قرآن شریف بھی ہے۔ تو کس کو اس بات میں شک ہوسکتا ہے کہ باوا نانک صاحب نے اپنے پاک دل اور پاک فطرت اور اپنے پاک مجاہدہ سے اس راز کو معلوم کرلیا تھا جو ظاہری پنڈتوں پر پوشیدہ رہا۔ اور اُنہوں نے الہام کا دعویٰ کر کے اور خدا کی طرف سے نشان اور کرامات دکھلا کر اس عقیدہ کا خوب کھنڈن اور ردّ کر دیا جو کہا جاتا ہے کہ وید کے بعد کوئی الہام نہیں اور نہ نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ باوا نانک صاحب کا وجود ہندوؤں کے لئے خدا کی طرف سے ایک رحمت تھی اور یوں سمجھو کہ وہ ہندو مذہب کا آخری اَوتار تھا۔ جس نے اس نفرت کو دُور کرنا چاہا تھا جو اسلام کی نسبت ہندوؤں کے دلوں میں تھی۔ لیکن اس ملک کی یہ بھی بدقسمتی ہے کہ ہندو مذہب نے باوا نانک صاحب کی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا۔ بلکہ پنڈتوں نے اُن کو دُکھ دیا کہ کیوں وہ اسلام کی تعریف جابجا کرتا ہے۔ وہ ہندو مذہب اور اسلام میں صلح کرانے آیا تھا۔ مگر افسوس کہ اسکی تعلیم پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ اگر اس کے وجود اور اس کی پاک تعلیموں سے کچھ فائدہ اُٹھایا جاتا تو آج ہندو اور مسلمان سب ایک ہوتے۔ ہائے افسوس ہمیں اس تصور سے رونا آتا ہے کہ ایسا نیک آدمی

دُنیا میں آیا اور گذر بھی گیا۔ مگر نادان لوگوں نے اس کے نور سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی۔

بہر حال وہ اس بات کو ثابت کر گیا کہ خدا کی وحی اور اس کا الہام کبھی منقطع نہیں ہوتا اور خدا کے نشان اس کے برگزیدوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور اس بات کی گواہی دے گیا کہ اسلام کی دشمنی نور کی دشمنی ہے۔

ذاتی تجربہ

ایسا ہی مَیں بھی اس بات میں صاحبِ تجربہ ہوں کہ خدا کی وحی اور خدا کا الہام ہرگز اس زمانہ سے منقطع نہیں کیا گیا بلکہ جیسا خدا پہلے بولتا تھا اب بھی بولتا ہے اور جیسا کہ پہلے سنتا تھا اب بھی سنتا ہے۔ یہ نہیں کہ اب وہ صفات قدیمہ اس کی معطل ہوگئی ہیں۔ مَیں تخمیناً تیس برس سے خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور میرے ہاتھ پر اس نے اپنے صد ہا نشان دکھائے ہیں جو ہزار ہا گواہوں کے مشاہدہ میں آ چکے ہیں اور کتابوں اور اخباروں میں شائع ہو چکے ہیں اور کوئی ایسی قوم نہیں جو کسی نہ کسی نشان کی گواہ نہ ہو۔

اب باوجود اس قدر متواتر شہادتوں کے یہ تعلیم آریہ سماج کی جو خواہ مخواہ ویدوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے کیونکر قبول کرنے کے لائق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تمام سلسلہ خدا کے کلام اور الہام کا ویدوں پر ختم ہو چکا ہے اور پھر بعد اس کے صرف قصوں پر مدار ہے اور اسی اپنے عقیدہ کو ہاتھ میں لیکر وہ لوگ کہتے ہیں کہ ویدوں کے سِوا جس قدر دُنیا میں کلام الٰہی کے نام پر کتابیں موجود ہیں وہ سب نعوذ باللہ انسانوں کے افتراء ہیں ۔حالانکہ وہ کتابیں وید سے بہت زیادہ اپنی سچائی کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور خدا کی نصرت اور مدد کا ہاتھ ان کے ساتھ ہے اور خدا کے فوق العادت نشان ان کی سچائی پر گواہی دیتے ہیں پھر کیا وجہ کہ وید تو خدا کا کلام مگر وہ کتابیں خدا کا کلام نہیں؟ اور چونکہ خدا کی ذات عمیق در عمیق اور نہاں در نہاں ہے۔اس لئے عقل بھی اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ اپنے وجود کے ثابت کرنے کے لئے صرف ایک کتاب پر کفایت نہ کرے بلکہ مختلف ملکوں میں سے نبی منتخب کر کے اپنا کلام اور الہام ان کو عطا کرے تا انسان ضعیف البنیان جو جلد تر شبہات میں گرفتار ہوسکتا ہے دولتِ قبول سے محروم نہ رہے۔

اور اس بات کو عقلِ سلیم ہرگز قبول کرنے کے لئے طیار نہیں ہے
کہ وہ خدا جو تمام دنیا کا خدا ہے جو اپنے آفتاب سے مشرق اور مغرب کو
روشن کرتا ہے اور اپنے مینہ سے ہر ایک ملک کو ہر ایک ضرورت کے وقت
سیراب فرماتا ہے وہ نعوذ باللہ روحانی تربیت میں ایسا تنگ دل اور بخیل
ہے کہ ہمیشہ کے لئے ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم اور ایک ہی زبان
اس کو پسند آ گئی ہے اور مَیں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ کس قسم کی منطق اور کس
نوع کا فلسفہ ہے کہ پرمیشر ہر ایک آدمی کی دُعا اور پرارتھنا کو اس کی زبان
میں سمجھ تو سکتا ہے اور نفرت نہیں کرتا مگر اس بات سے سخت نفرت کرتا
ہے کہ بجز ویدک سنسکرت کے کسی اور زبان میں دلوں پر الہام کرے۔ یہ
فلاسفی یا ویدو ڈیا اس سر بستہ معمّا کی طرح ہے جواب تک کوئی انسان اس
کو حل نہیں کر سکا۔

وید کی صحیح تعلیم

مَیں وید کو اس بات سے منزّہ سمجھتا ہوں کہ اس نے کبھی اپنے کسی
صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو کہ جو نہ صرف خلافِ عقل ہو بلکہ پرمیشر کی

پاک ذات پر بُخل اور پکش پات کا داغ لگاتی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی الہامی کتاب پر ایک زمانہ دراز گذر جاتا ہے تو اس کے پیرو کچھ تو بباعث نادانی کے اور کچھ بباعث اغراضِ نفسانی کے سہوًا یا عمدًا اس کتاب پر اپنی طرف سے حاشیے چڑھا دیتے ہیں اور چونکہ حاشیہ چڑھانے والے متفرق خیالات کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے ایک مذہب سے صدہا مذہب پیدا ہو جاتے ہیں۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ جس طرح آریہ صاحبان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمیشہ آریہ خاندانوں اور آریہ ورت تک ہی الہام الٰہی کا سلسلہ محدود رہا ہے اور ہمیشہ ویدک سنسکرت ہی الہام الٰہی کے لئے خاص رہی ہے اور وہ پرمیشر کی زبان ہے۔ یہی یہود کا خیال اپنے خاندان اور اپنی کتابوں کی نسبت ہے۔ ان کے نزدیک بھی خدا کی اصلی زبان عبرانی ہے اور ہمیشہ خدا کے الہام کا سلسلہ بنی اسرائیل اور انہیں کے ملک تک محدود رہا ہے اور جو شخص ان کے خاندان اور ان کی زبان سے الگ ہونے کی حالت میں نبی ہونے کا دعویٰ کرے اس کو وہ نعوذ باللہ جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

خیالات میں توارُد

پس کیا یہ توارد تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان دونوں قوموں نے اپنے اپنے بیان میں ایک ہی خیال پر قدم مارا ہے اسی طرح دُنیا میں اور بھی کئی فرقے ہیں جو اسی خیال کے پابند ہیں جیسے پارسی جو اپنے مذہب کی بنیاد وید سے کئی ارب سال پہلے بتلاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال (کہ ہمیشہ کے لئے اپنے ملک اور اپنے خاندان اور اپنی کتابوں کی زبان کو ہی خدا کی وحی اور الہام سے مخصوص کیا گیا ہے) محض تعصب اور کمی معلومات سے پیدا ہوا ہے۔ چونکہ پہلے زمانے دُنیا پر ایسے گذرے ہیں کہ ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے اور ایک ملک دوسرے ممالک کے وجود سے بکلی بے خبر تھا پس ایسی غلطی سے ہر ایک قوم کو جو خدا کی طرف سے کوئی کتاب ملی یا کوئی خدا کا رسول اور نبی اس قوم میں آیا تو اس قوم نے یہی خیال کر لیا کہ جو کچھ خدا کی طرف سے ہدایت ہونی چاہیئے تھی وہ یہی ہے اور خدا کی کتاب صرف انہی کے خاندان اور انہی کے ملک کو دی گئی ہے اور باقی تمام دنیا اس سے بے

نصیب پڑی ہے۔

اس خیال نے دنیا کو بہت نقصان پہنچایا۔اور دراصل باہمی کینوں اور بغضوں کا بیج جو قوموں میں بڑھتا گیا یہی خیال تھا ایک مدت تک تو ایک قوم دوسری قوم سے پردہ میں رہی اور ایک ملک دوسرے ملک سے مخفی اور مستور رہا۔ یہاں تک کہ آریہ ورت کے فاضلوں کا یہ خیال تھا کہ کوہِ ہمالہ کے پرے کوئی آبادی نہیں۔

پھر جبکہ خدا نے درمیان سے پردہ اٹھالیا اور زمین کی آبادی کے متعلق کسی قدر لوگوں کے معلومات وسیع ہوگئے تو وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ وہ تمام غلط خصوصیتیں جو الہامی کتابوں اور اپنے رشیوں اور رسولوں کی نسبت لوگوں نے اپنے ہی دلوں سے تراش کر اپنے عقائد میں داخل کر لی تھیں۔ وہ اُن کے دلوں میں خوب راسخ اور پتھر کے نقش کی طرح ہوگئیں اور ہر ایک قوم یہی خیال کرتی تھی کہ خدا کا صدر مقام ہمیشہ انہیں کے ملک میں رہا ہے اور چونکہ اُن دنوں میں اکثر قوموں پر وحشیانہ خصلتیں غالب تھیں اور ایک پرانی رسم کے مخالف کو تلوار کے ساتھ جواب دیا جاتا تھا اس لئے کس کی مجال تھی کہ ہر ایک قوم کی خودستائی کے جوشوں کو ٹھنڈا

کر کے ان کے درمیان صلح کراتا۔ گوتم بُدّھ نے اس صلح کا ارادہ کیا تھا اور وہ اس بات کا قائل نہ تھا کہ جو کچھ ہے وید ہے آگے کچھ نہیں اور نہ وہ قوم اور ملک اور خاندان کی خصوصیت کا اقراری تھا یعنی یہ مذہب اس کا نہیں تھا کہ گویا وید پر ہی سب کچھ حصر ہے اور یہی زبان اور یہی ملک اور یہی برہمن پرمیشر کے الہام کے لئے ہمیشہ کے لئے اس کی عدالت میں رجسٹرڈ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس نے اس اختلاف سے بڑا دُکھ اُٹھایا اور اس کا نام ایک دہریہ اور ناستک مت والا رکھا گیا۔ جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ کے تمام محقق جو حضرت عیسیٰ کی خدائی کو منظور نہیں کرتے اور ان کے دل اس بات کو نہیں مانتے کہ خدا کو بھی سُولی دے سکتے ہیں۔ وہ تمام لوگ حضرات پادری صاحبوں کے خیال میں دہریہ ہیں۔

مہاتما بُدّھ

سو اسی قسم کا بدھ بھی دہریہ ٹھہرایا گیا اور جیسا کہ شریر مخالفوں کا دستور ہے عام لوگوں کو نفرت دلانے کے لئے بہت سی تہمتیں اس پر لگائی گئیں۔ آخر انجام یہ ہوا کہ بُدّھ آریہ ورت سے جو اس کی زاد و بوم اور وطن تھا نکالا گیا……

......مگر حسب قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ **نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں**۔ دوسرے ملک کی طرف بدھ نے ہجرت کر کے بڑی کامیابی حاصل کی۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ تیسرا حصہ دنیا کا بدھ مذہب سے پُر ہے اور کثرت پیروؤں کے لحاظ سے اس کا اصل مرکز چین اور جاپان ہے اگرچہ وہ جنوبی رُوس اور امریکہ تک پھیل گیا ہے۔

صحیح عقائد

دوستو! برائے خدا یہ سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ عقائد ایسے ہیں جن کو انسانی فطرت قبول کرسکتی ہے یا کوئی کانشنس ان کو اپنے اندر جگہ دے سکتا ہے۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس قسم کی عقلمندی ہے کہ ایک طرف خدا کو تمام دنیا کا خدا ماننا اور پھر اُسی منہ سے یہ بھی کہنا کہ وہ تمام دنیا کی ربوبیت کرنے سے دستکش ہے اور صرف ایک خاص قوم اور ایک خاص ملک پر اس کی نظر رحم ہے۔ عقلمندو! خود انصاف کرو کہ کیا خدا کے جسمانی قانون قدرت میں اس کی کوئی شہادت ملتی ہے۔ پھر اس کا روحانی قانون کیوں ایسی طرفداری پر مبنی ہے۔

نبیوں کی توہین

اور اگر عقل سے کام لیا جائے تو ہر ایک کام کی بھلائی یا برائی اس کے نتیجہ سے بھی معلوم ہوسکتی ہے۔ پس مجھے اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ خدا کے ان بزرگ نبیوں کی ہتک اور ان کو گالیاں دینا جن کی غلامی اور اطاعت کے حلقہ میں ہر طبقہ کے کروڑ ہا انسان داخل ہیں اس کا نتیجہ کیسا ہے اور انجام کار اس کا پھل کیا ہے کیونکہ کوئی ایسی قوم نہیں کہ جو ایسے نتیجہ کو کچھ نہ کچھ دیکھ نہ چکی ہو۔

اے عزیزو! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبرِ دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہوسکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں

ایک دوسرے کے نبی یا رشی یا اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سُن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر مسلمان ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتے مگر آنجناب کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پس ایک سچے مسلمان سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ ان کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔

سب نبی سچے ہیں

اور ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے۔ بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑ ہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دُنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاں گزیں ہوگئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل اُن کی سچائی کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ

قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی ۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب اُن کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے ۔

وید

اسی بناء پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں ۔ اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وید کی تعلیم پورے طور پر کسی فرقے کو خدا پرست نہیں بنا سکی اور نہ بنا سکتی تھی اور جو لوگ اس ملک میں بت پرست یا آتش پرست یا آفتاب پرست یا گنگا کی پوجا کرنے والے یا ہزارہا دیوتاؤں کے پوجاری یا جَین مت یا شاکت مت والے پائے جاتے ہیں وہ تمام لوگ اپنے مذاہب کو وید ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور وید ایک ایسی مجمل کتاب ہے کہ یہ تمام فرقے اُسی میں سے اپنے اپنے مطلب نکالتے ہیں ۔ تاہم خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے ۔ انسان کے افترا میں یہ قوت نہیں ہوتی کہ کروڑہا لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر

ایک دائمی سلسلہ قائم کردے اور اگرچہ ہم نے وید میں پتھر کی پرستش کا ذکر تو کہیں نہ پڑھا لیکن بلاشبہ اگنی وایو اور جل اور چاند اور سورج وغیرہ کی پرستش سے وید بھرا ہوا ہے اور کسی شرتی میں ان چیزوں کی پرستش کے لئے ممانعت نہیں۔ اب اس کا کون فیصلہ کرے کہ دوسرے تمام قدیم فرقے ہندوؤں کے جُھوٹے ہیں اور صرف نیا فرقہ آریوں کا سچا۔ اور جو لوگ وید کے حوالہ سے ان چیزوں کی پرستش کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں یہ دلیل پختہ ہے کہ ان چیزوں کی پرستش کا وید میں صریح ذکر ہے اور ممانعت کہیں بھی نہیں۔ اور یہ کہنا کہ یہ سب پرمیشر کے نام ہیں۔ ہنوز یہ ایک دعویٰ ہے کہ جو ابھی صفائی سے طے نہیں ہوا اور اگر طے ہو جاتا تو کچھ وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ بڑے بڑے پنڈت بنارس اور دوسرے شہروں کے آریوں کے عقیدوں کو قبول نہ کرتے باوجود تیس پینتیس برس کی کوششوں کے بہت ہی کم ہندوؤں نے آریہ مذہب اختیار کیا ہے اور بمقابلہ سناتن دھرم اور دوسرے ہندو فرقوں کے آریہ مذہب والے اس قدر تھوڑے ہیں کہ گویا کچھ بھی نہیں اور نہ ان کا دوسرے ہندو فرقوں پر کوئی وسیع اثر ہے۔ ایسا ہی جو نیوگ کی تعلیم وید کی طرف منسوب کی جاتی

ہے یہ بھی وہ امر ہے جو انسانی غیرت اور شرافت اس کو قبول نہیں کرتی۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ہم قبول نہیں کر سکتے کہ درحقیقت یہ وید ہی کی تعلیم ہے بلکہ ہماری نیک نیتی بڑے زور سے ہمیں اس بات کی طرف مائل کرتی ہے کہ ایسی تعلیمیں کسی نفسانی غرض سے بعد میں وید کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور چونکہ وید پر ہزار ہا برس گذر گئے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ مختلف زمانوں میں بعض وید کے بھاشکاروں نے کئی قسم کی کمی بیشی کی ہوگی۔ پس ہمارے لئے وید کی سچائی کی یہ ہی ایک دلیل کافی ہے کہ آریہ ورت کے کئی کروڑ آدمی ہزار ہا برسوں سے اس کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور ممکن نہیں کہ یہ عزت کسی ایسے کلام کو دی جائے جو کسی مفتری کا کلام ہے۔

قرآن کی تعلیم

اور پھر جبکہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں تو پھر قرآن شریف جو اوّل سے آخر تک

توحید سے بھرا ہوا ہے اور کسی جگہ اس میں سورج اور چاند وغیرہ کی پرستش کی تعلیم نہیں دی بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا ہے لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ (حٰمٓ سجدہ:۳۸) یعنی نہ سورج کی پرستش کرو اور نہ چاند کی اور نہ کسی اور مخلوق کی اور اس کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ علاوہ اس کے قرآن شریف خدا کے قدیم نشانوں اور تازہ نشانوں کی گواہی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور خدا کا وجود دکھلانے کے لئے ایک آئینہ ہے۔ پھر کیوں وحشیانہ طور کے اس پر حملے کئے جائیں اور کیوں وہ معاملہ ہم سے نہیں کیا جاتا جو ہم آریہ صاحبوں سے کرتے ہیں۔ اور کیوں دشمنی اور عداوت کا تخم ملک میں بویا جاتا ہے۔ کیا اُمید کی جاتی ہے کہ اس کا نتیجہ اچھا ہوگا؟ کیا یہ نیک معاملہ ہے کہ ایک شخص جو پھول دیتا ہے اس پر پتھر پھینکا جائے اور جو دودھ پیش کرتا ہے اس پر پیشاب گرایا جائے۔

صلح کی تجویز

اگر اس قسم کی صلح تام کے لئے ہندو صاحبان اور آریہ صاحبان

تیار ہوں کہ وہ ہمارے **نبی صلی اللہ علیہ وسلم** کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین اور تکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی۔ ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کر دیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رَو کی خدمت میں پیش کریں گے ......لیکن یہ ضروری ہوگا کہ معاہدہ کی تحریر کو پختہ کرنے کے لئے دونوں فریق کے دس دس ہزار سمجھدار لوگوں کے اس پر دستخط ہوں۔

پیارو! صُلح جیسی کوئی بھی چیز نہیں۔ آؤ ہم اس معاہدہ کے ذریعہ سے ایک ہو جائیں اور ایک قوم بن جائیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ باہمی تکذیب سے کس قدر پھوٹ پڑ گئی ہے اور ملک کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے آؤ اب یہ بھی آزمالو کہ باہمی تصدیق کی کس قدر برکات ہیں۔ بہترین طریق صلح کا یہی ہے۔ ورنہ کسی دوسرے پہلو سے صلح کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ ایک پھوڑے کو جو شفاف اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے اسی حالت میں چھوڑ دیں اور اس کی ظاہری چمک پر خوش ہو جائیں حالانکہ اس کے اندر سڑی ہوئی اور بدبودار پیپ موجود ہے۔

مجھے اس جگہ ان باتوں کے ذکر کرنے سے کچھ غرض نہیں کہ وہ نفاق اور فساد جو ہندو اور مسلمانوں میں آج کل بڑھتا جاتا ہے اس کے وجوہ صرف مذہبی اختلافات تک محدود نہیں ہیں بلکہ دوسری اغراض اس کی وجوہ ہیں جو دنیا کی خواہشوں اور معاملات سے متعلق ہیں۔ مثلاً ہندوؤں کو ابتداء سے یہ خواہش ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے معاملات میں ان کا دخل ہو یا کم سے کم یہ کہ ملک داری کے معاملات میں ان کی رائے لی جائے اور گورنمنٹ ان کی ہر ایک شکایت کو توجہ سے سُنے۔ اور

بڑے بڑے گورنمنٹ کے عہدے انگریزوں کی طرح ان کو بھی ملا کریں۔
مسلمانوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ہندوؤں کی ان کوششوں میں شریک نہ
ہوئے اور خیال کیا کہ ہم تعداد میں کم ہیں اور یہ سوچا کہ ان تمام کوششوں
کا اگر کچھ فائدہ ہے تو وہ ہندوؤں کے لئے ہے نہ کہ مسلمانوں کے لئے
اس لئے نہ صرف شراکت سے دستکش رہے۔ بلکہ مخالفت کر کے
ہندوؤں کی کوشش کے سدِّ راہ ہوئے جس سے رنجش بڑھ گئی۔

مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ ان وجوہ سے بھی اصل عداوت پر حاشیے
چڑھ گئے ہیں۔ مگر مَیں ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ اصل وجوہ یہی ہیں اور
مجھے ان صاحبوں سے اتفاق رائے نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ ہندو
مسلمانوں کی باہمی عداوت اور نفاق کا باعث مذہبی تنازعات نہیں ہیں
اصل تنازعات پولیٹکل ہیں۔

اختلافات کی اصل وجہ

صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں
اگر آج وہی ہندو کلمہ طیبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر

مسلمانوں سے آکر بغلگیر ہوجائیں یا مسلمان ہی ہندو بن کر اگنی وایو
وغیرہ کی پرستش وید کے حکم کے موافق شروع کردیں اور اسلام کوالوداع
کہہ دیں تو جن تنازعات کا نام پولیٹکل رکھتے ہیں وہ ایک دم میں ایسے
معدوم ہوجائیں کہ گویا کبھی نہ تھے۔

پس اس سے ظاہر ہے کہ تمام بغضوں اور کینوں کی جڑھ دراصل
اختلافِ مذہب ہے۔یہی اختلاف مذہب قدیم سے جب انتہا تک
پہنچتا رہا ہے تو خون کی ندیاں بہاتا رہا ہے۔اے مسلمانو! جبکہ ہندو
صاحبان تمہیں بوجہ اختلاف مذہب کے ایک غیرقوم جانتے ہیں اور تم
بھی اس وجہ سے ان کو ایک غیرقوم خیال کرتے ہو پس جب تک اس
سبب کا ازالہ نہ ہوگا۔کیونکر تم میں اور ان میں سچی صفائی پیدا ہوسکتی ہے۔
ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر باہم چند روز کے لئے میل جول بھی
ہوجائے۔مگر وہ دلی صفائی جس کو درحقیقت صفائی کہنا چاہئے صرف اسی
حالت میں پیدا ہوگی جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل
سے خدا کی طرف سے قبول کرلو گے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو
دُور کر کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرلیں گے۔

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول اور یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھودے گا اور اگر وہ دن آ گئے ہیں کہ یہ دونوں بچھڑی ہوئی قومیں باہم مل جائیں تو خدا ان کے دلوں کو بھی اس بات کے لئے کھول دے گا جس کے لئے ہمارا دل کھول دیا ہے۔

گئو رَکشا

مگر اس کے ساتھ ضرور ہوگا کہ ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ اور سلوک اور مروّت اپنی عادت کرو اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے اُن کو دُکھ پہنچے مگر وہ کام ہمارے مذہب میں نہ واجبات سے ہوں اور نہ فرائض مذہب سے۔ پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان لیں اور ان پر ایمان لاویں تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اُٹھا دیا جائے۔ جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں۔ ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال بھی کریں۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں۔ مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں ان سے

سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کی وصایا میں سے ایک وصیت ہے خدا کو واحد لاشریک جاننا پس ایک ضروری اور مفید کام کیلئے غیر ضروری کو ترک کرنا خدا کی شریعت کے مخالف نہیں۔ حلال جاننا اور چیز ہے اور استعمال کرنا اور چیز۔ دین یہ ہے کہ خدا کی منہیات سے پرہیز کرنا اور اس کی رضامندی کی راہوں کی طرف دوڑنا اور اس کی تمام مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور دنیا کے تمام مقدّس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور اُن میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر ایک نوعِ انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔

پاک مذہب

مَیں اس وقت کسی خاص قوم کو بے وجہ ملامت کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی کا دل دکھانا چاہتا ہوں بلکہ نہایت افسوس سے آہ کھینچ کر مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ اسلام وہ پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی۔ اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا اور تمام دنیا میں یہ فخر

خاص قرآن شریف کو حاصل ہے جس نے دنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ یعنی تم اَے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دُنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اوران میں یہ تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو ردّ کردیں۔ اگر ایسی صلح کارکوئی اورالہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو۔ قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ اسرائیلی خاندان کے جتنے نبی تھے کیا یعقوبؑ اور کیا اسحاقؑ اور کیا موسٰیؑ اور کیا داوٗدؑ اور کیا عیسٰیؑ سب کی نبوت کو مان لیا اور ہر ایک قوم کے نبی خواہ ہند میں گذرے ہیں اور خواہ فارس میں کسی کو مکار اور کذّاب نہیں کہا۔ بلکہ صاف طور پر کہہ دیا کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گذرے ہیں اور تمام قوموں کے لئے صلح کی بنیاد ڈالی مگر افسوس کہ اس صلح کے نبی کو ہر ایک قوم گالی دیتی ہے اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔

دشمنی کا بیج

اَے ہم وطن پیارو! مَیں نے یہ بیان آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں کیا کہ مَیں آپ کو دُکھ دوں یا آپ کی دل شکنی کروں۔ بلکہ میں

نہایت نیک نیتی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن قوموں نے یہ عادت اختیار کر رکھی ہے اور یہ ناجائز طریق اپنے مذہب میں اختیار کرلیا ہے کہ دوسری قوموں کے نبیوں کو بدگوئی اور دشنام دہی کے ساتھ یاد کریں۔ وہ نہ صرف بے جا مداخلت سے جسکے ساتھ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ خدا کے گنہگار ہیں بلکہ وہ اس گناہ کے بھی مُرتکب ہیں کہ بنی نوع میں نفاق اور دُشمنی کا بیج بوتے ہیں۔ آپ دل تھام کر اس بات کا مجھے جواب دیں کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے یا اس کی ماں پر کوئی تہمت لگاوے تو کیا وہ اپنے باپ کی عزت پر آپ حملہ نہیں کرتا اور اگر وہ شخص جس کو ایسی گالی دی گئی ہے جواب میں اسی طرح گالی سنا دے تو کیا یہ کہنا بے محل ہوگا کہ بالمقابل گالی دیئے جانے کا دراصل وہی شخص موجب ہے جس نے گالی دینے میں سبقت کی اور اس صورت میں وہ اپنے باپ اور ماں کی عزت کا خود دشمن ہوگا۔

بُتوں کو بھی گالیاں دینے کی ممانعت

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریق ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ

مِـنْ دُوْنِ الـلّٰـهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِـغَيْرِ عِلْمٍ (سورہ الانعام:۱۰۹)
یعنی تم مشرکوں کے بُتوں کو بھی گالی مت دو کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے کیونکہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں ۔اب دیکھو کہ باوجودیکہ خدا کی تعلیم کی رُو سے بُت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بُتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہو کر خدا کو گالیاں نکالیں اوران گالیوں کے تم باعث ٹھہر جاؤ۔پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اسلام کے اس عظیم الشان نبی کو گالیاں دیتے اور توہین کے الفاظ سے اس کو یاد کرتے اور وحشیانہ طریقوں سے اس کی عزت اور چال چلن پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ بزرگ نبی جس کا نام لینے سے اسلام کے عظیم الشان بادشاہ تخت سے اُتر آتے ہیں اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنیٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں کیا یہ عزت خدا کی طرف سے نہیں۔خداداد عزّت کے مقابل پر تحقیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے لڑنا چاہتے ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہ برگزیدہ رسول ہیں جن کی تائید اور عزت ظاہر

کرنے کے لئے خدا نے دنیا کو بڑے بڑے نمونے دکھائے ہیں کیا یہ خدا کے ہاتھ کا کام نہیں جس نے بیس کروڑ انسانوں کا محمدی درگاہ پر سر جھکا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک نبی اپنی نبوت کی سچائی کے لئے کچھ ثبوت رکھتا تھا۔ لیکن جس قدر ثبوت آنجناب کی نبوت کے بارے میں ہیں جو آج تک ظاہر ہو رہے ہیں اُن کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔

رحمت کا تقاضا

آپ لوگ اس دلیل کو نہیں سمجھ سکتے! کہ جب زمین گناہ اور پاپ سے پلید ہو جاتی ہے اور خدا کے ترازو میں بدکاریاں اور بدچلنیاں اور بے باکیاں نیک کاموں سے بہت بڑھ جاتی ہیں تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایسے وقت میں کسی اپنے بندے کو بھیج کر زمین کے فسادوں کی اصلاح کی جائے۔ بیماری طبیب کو چاہتی ہے اور آپ لوگ اس بات کے سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ استعداد رکھتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ بقول آپ صاحبوں کے وید ایسے وقت میں نہیں آیا جبکہ گناہ کا طوفان برپا تھا بلکہ ایسے وقت میں آیا جبکہ زمین پر گناہ کا کوئی سیلاب نہ

تھا۔تو کیا آپ صاحبوں کی نظر میں یہ بات قیاس سے دُور ہے کہ ایسے وقت میں کوئی نبی ظاہر ہو۔جبکہ گناہ کا تُند سیلاب ہر ایک ملک میں اپنی تیز رفتار کے ساتھ جاری ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی

مَیں نہیں اُمید رکھتا کہ آپ لوگ اس تاریخی واقعہ سے بے خبر ہوں گے کہ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسندِ رسالت کو اپنے وجود سے عزت دی تو وہ زمانہ ایک ایسا تاریک زمانہ تھا کہ کوئی پہلو دنیا کی آبادی کا بدچلنی اور بدعقیدگی سے خالی نہ تھا اور جیسا کہ پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔اس زمانہ میں اس ملک آریہ ورت میں بھی بُت پرستی نے خداپرستی کی جگہ لے لی تھی اور ویدک مذہب میں بہت سا بگاڑ ہو گیا تھا۔

ایسا ہی پادری فنڈل صاحب مصنف میزان الحق جو عیسائی مذہب کا سخت حامی ایک یورپین انگریز ہے۔وہ اپنی کتاب میزان الحق میں لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سب قوموں سے

زیادہ بگڑی ہوئی قوم عیسائی قوم تھی اوران کی بدچلنیاں عیسائی مذہب کی عار اورننگ کا موجب تھیں اور خود قرآن شریف بھی اپنے نزول کی ضرورت کے لئے یہ آیت پیش کرتا ہے :

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (سورہ روم:۴۲)

یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی قوم خواہ وحشیانہ حالت رکھتی ہیں اور خواہ عقلمندی کا دعویٰ کرتی ہیں فساد سے خالی نہیں۔

اب جبکہ تمام شہادتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ کیا مشرقی اور کیا مغربی اور کیا آریہ ورت کے رہنے والے اور کیا عرب کے ریگستان کے باشندے اور کیا جزیروں میں اپنی سکونت رکھنے والے سب کے سب بگڑ گئے تھے اور ایک بھی نہیں تھا جس کا خدا کے ساتھ تعلق صاف ہو اور بدعملیوں نے زمین کو ناپاک کر دیا تھا تو کیا ایک عقلمند کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ یہ وہی وقت اور وہی زمانہ تھا جس کی نسبت عقل تجویز کرسکتی ہے کہ ایسے تاریک زمانہ میں ضرور کوئی عظیم الشان نبی آنا چاہئے تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اصلاح

پہلا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرب کی اصلاح تھی اور عرب کا ملک اس زمانہ میں ایسی حالت میں تھا کہ بمشکل کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان تھے۔ کون سی بدی تھی جو ان میں نہ تھی اور کون سا شرک تھا جو ان میں رائج نہ تھا۔ چوری کرنا ڈاکہ مارنا ان کا کام تھا اور ناحق کا خون کرنا ان کے نزدیک ایک ایسا معمولی کام تھا جیسا کہ ایک چیونٹی کو پیروں کے نیچے کچل دیا جائے۔ یتیم بچوں کو قتل کر کے ان کا مال کھا لیتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ بگور کرتے تھے۔ زنا کاری کے ساتھ فخر کرتے اور علانیہ اپنے قصیدوں میں ان گندی باتوں کا ذکر کرتے تھے۔ شراب خوری اس قوم میں اس کثرت سے تھی کہ کوئی گھر بھی شراب سے خالی نہ تھا اور قمار بازی میں سب ملکوں سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حیوانوں کی عار تھے اور سانپوں اور بھیڑیوں کی ننگ۔

پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کو صاف کرنا چاہا تو

اُن میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذّب انسان اور مہذب انسان سے باخدا انسان اور آخر خداتعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہو گئے کہ انہوں نے ایک بے حِس عضو کی طرح ہر ایک دُکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بیدردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت پر لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے مگر انہوں نے ہر ایک مصیبت کے وقت قدم آگے رکھا۔ اور بہتیرے ان میں ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے وہ سولی دیئے گئے اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصور کر کے رونا آتا ہے۔ اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرّف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی کہ جو بے کس اور مسکین اور بے زری کی حالت میں مکہ کی گلیوں میں اکیلا

اور تنہا پھرتا تھا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی جو ان کو سفلی مقام سے اٹھا کر اوپر کو لے گئی اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اکثر ان کے ان کی کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن اور آنجناب کے خون کے پیاسے تھے پس میں تو اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا کہ کیونکر ایک غریب مفلس تنہا بے کس نے ان کے دلوں کو ہر ایک کینہ سے پاک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت میں حاضر ہو گئے۔

جہاد کا غلط تصور

بعض نا سمجھ جو اسلام پر جہاد کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ جبراً تلوار سے مسلمان کئے گئے تھے۔ افسوس ہزار افسوس کہ وہ اپنی بے انصافی اور حق پوشی میں حد سے گذر گئے ہیں۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہو گیا کہ وہ عمداً صحیح واقعات سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہوئے تھے تا یہ گمان کیا جاتا کہ چونکہ وہ بادشاہی جبروت اور

شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے اس لئے لوگ جان بچانے کے لئے ان کے جھنڈے کے نیچے آ گئے تھے۔ پس سوال تو یہ ہے کہ جبکہ آپ کے لئے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اس وقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپؐ پر ایمان لے آئے تھے اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کے لئے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا اور مدد طلب کی گئی تھی۔ اے حق کے طالبو! تم یقیناً سمجھو کہ یہ سب باتیں اُن لوگوں کی افترا ہیں جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔

سوانح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا اور ماں صرف چند سال کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے

کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہنچ کر کسی چچا نے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی۔ کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا۔ آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہوسکیں اور نیز محض اُمّی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو ایک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے جس کا نام حِرا ہے۔ آپؐ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھُپ جاتے اور خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اُسی غار میں آپؐ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپؐ پر ظاہر ہوا اور آپؐ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گناہ سے آلودہ ہوگئی ہے اس لئے میں تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجتا ہوں۔ اب تُو لوگوں کو متنبہ کر کہ وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اس حکم کے سُننے سے آپؐ ڈرے کہ مَیں ایک اُمّی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں اور عرض کیا کہ مَیں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپؐ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپؐ کے دل کو روشن کر دیا۔ آپؐ کی قوتِ

قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپؐ کے حلقہ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے اور جو بڑے بڑے آدمی تھے اُنہوں نے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ یہاں تک کہ آخر کار آپؐ کو قتل کرنا چاہا اور کئی مَرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ مگر جس کو خدا بچاوے اس کو کون مارے۔ خدا نے آپؐ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپؐ اس شہر سے نکل جاؤ اور مَیں ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ پس آپؐ شہر مکہ سے ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر نکل آئے اور تین رات تک غارِ ثور میں چھُپے رہے۔ دُشمنوں نے تعاقب کیا اور ایک سراغ رساں کو لے کر غار تک پہنچے اس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہنچا دیا اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو۔ اس کے آگے قدم نہیں۔ اور اگر اس کے آگے گیا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہوگا۔ مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کر سکتا ہے۔ خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی کی کہ عنکبوت نے اپنی جالی سے غار کا تمام مُنہ بند کر دیا اور

ایک کبوتری نے غار کے مُنہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے۔ اور جب سراغ رساں نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی تو ایک بڈھا آدمی بولا کہ یہ سراغ رساں تو پاگل ہوگیا ہے۔ مَیں تو اس جالی کو غار کے مُنہ پر اُس زمانہ سے دیکھ رہا ہوں جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس بات کو سُن کر سب لوگ منتشر ہو گئے اور غار کا خیال چھوڑ دیا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ طور پر مدینہ پہنچے اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کرلیا۔ اس پر مکہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور پھر کیا تھا دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردیں۔ اور کچھ تھوڑا گروہ مکہ والوں کا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا وہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔ بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی اور بعض مکہ میں ہی رہے کیونکہ وہ سفر کرنے کے لئے زادِ راہ نہیں رکھتے

تھے، اور وہ بہت دُکھ دیئے گئے۔ قرآن شریف میں ان کا ذکر ہے کہ کیونکر وہ دن رات فریاد کرتے تھے۔

اور جب کفّار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا اور اُنہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا اور بعض عورتوں کو ایسی بے دردی سے مارا کہ ان کی دونوں ٹانگیں دو رسّوں سے باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ وہ رسّے خوب جکڑ دیئے اور پھر ان اُونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا اور اس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں۔

جب بے رحم کافروں کا ظلم اس حد تک پہنچ گیا۔ خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اپنے رسول پر وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہنچ گئی۔ آج مَیں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی ان کا مقابلہ کرو اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اُٹھاتے ہیں وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔ مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دین میں جبر نہیں

یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی۔ جس کو نہایت ظلم سے بُرے

پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بے شک خدا حلیم ہے مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گزر جاتی ہے تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور آپ ان کے لئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ مَیں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے :

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ:۲۵۷)

یعنی دین اسلام میں جبر نہیں تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کون سے سامان تھے اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں۔ اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کیلئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اُٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں اور پھر ہر ایک

قسم کی صعوبت اُٹھا کر چین تک پہنچیں ۔ نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر اور اس ملک میں پہنچ کر دعوت اسلام کریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہوجائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کردیں اور یورپ کی حدود تک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی آواز پہنچادیں۔تم ایمانًا کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبرًا مسلمان کئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے۔نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔

اسلام کی تعلیم

پھر ہم اس طرف رجوع کرتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ واضح ہو کہ اسلام کا بڑا بھاری مقصد خدا کی توحید اور جلال زمین پر قائم کرنا اور شرک کا بکلی استیصال کرنا اور تمام متفرق فرقوں کو ایک کلمہ پر قائم کر کے ان کو ایک قوم بنا دینا ہے۔اور پہلے مذاہب جس قدر دنیا میں گزرے ہیں

اور جس قدر نبی اور رسول آئے ہیں ان کی نظر صرف اپنی قوم اور اپنے ملک تک محدود تھی۔ اور اگر انہوں نے کچھ اخلاق بھی سکھلائے تھے تو اس اخلاقی تعلیم سے ان کا مقصد اس سے زیادہ نہ تھا کہ اپنی ہی قوم کو ان کے اخلاق سے بہرہ یاب کریں۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ نے صاف صاف کہہ دیا کہ میری تعلیم صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ اور جب ایک عورت نے جو اسرائیلی خاندان میں داخل نہ تھی بڑی عاجزی سے ان سے ہدایت چاہی تو انہوں نے اس کو ردّ کیا۔ اور پھر وہ غریب عورت کُتیا سے اپنے تئیں مشابہت دے کر دوبارہ ہدایت کی مستدعی ہوئی تو وہی جواب اسکو ملا کہ میں صرف اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ آخر وہ چپ رہ گئی۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں کہا کہ میں صرف عرب کے لئے بھیجا گیا ہوں بلکہ قرآن شریف میں یہ ہے :

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف:۱۵۹)

یعنی لوگوں سے کہہ دے کہ میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

مگر یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا اس عورت کو صاف جواب دینا یہ ایسا

امر نہیں ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی گناہ تھا بلکہ عام ہدایت کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم تھا کہ تم خاص بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے ہو۔ اَوروں سے تمہیں کچھ غرض نہیں۔ پس جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی اخلاقی تعلیم بھی محض یہودیوں تک محدود تھی۔ بات یہ تھی کہ توریت میں یہ احکام تھے کہ دانت کے بدلہ دانت اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک۔ اور اس تعلیم سے صرف یہ غرض تھی کہ تا یہودیوں میں عدل کا مسئلہ قائم کیا جائے۔ اور تعدّی اور زیادتی سے روکا جائے۔ چونکہ بباعث اس کے کہ وہ چارسو برس تک غلامی میں رہ چکے تھے، ان میں ظلم اور سفلہ پن کی خصلتیں بہت پیدا ہوگئی تھیں۔ پس خدا کی حکمت نے یہ تقاضا کیا کہ جیسا کہ انتقام اور بدلہ لینے میں ان کی فطرتوں میں ایک تشدد تھا اس کے دُور کرنے کے لئے ایک تشدد کے ساتھ اخلاقی تعلیم پیش کی جائے۔ سو وہ اخلاقی تعلیم انجیل ہے جو صرف یہودیوں کے لئے ہے نہ تمام دنیا کے لئے کیونکہ دوسری قوموں کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو کچھ بھی غرض نہ تھی۔

مگر واقعی بات یہ ہے کہ اس تعلیم میں جو حضرت عیسیٰؑ نے پیش کی صرف یہی نقص نہیں کہ وہ دنیا کی عام ہمدردی پر مبنی نہیں بلکہ ایک یہ بھی نقص ہے کہ جیسا کہ توریت تشدّد و انتقام کی تعلیم میں افراط کی طرف مائل ہے ایسا انجیل عفو اور درگذر کی تعلیم میں تفریط کی طرف جھک گئی ہے اور ان دونوں کتابوں نے انسانی درخت کی تمام شاخوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا بلکہ اس درخت کی ایک شاخ کو تو توریت پیش کرتی ہے اور دوسری شاخ انجیل کے ہاتھ میں ہے اور دونوں تعلیمیں اعتدال سے گری ہوئی ہیں کیونکہ جیسا کہ ہر وقت اور ہر موقعہ پر انتقام لینا اور سزا دینا قرین مصلحت نہیں۔ ایسا ہی ہر وقت اور ہر موقعہ پر عفو اور درگذر کرنا انسانی تربیت کے مصالح سے بالکل مخالف ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف نے ان دونوں تعلیموں کو ردّ کر کے یہ فرمایا ہے جَـزٰٓؤُا سَيِّـئَةٍ سَيِّـئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:۴۱) یعنی بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے جو کی جائے۔ جیسا کہ توریت کی تعلیم ہے مگر جو شخص عفو کرے جیسا کہ انجیل کی تعلیم ہے تو اس صورت میں وہ عفو مستحسن اور جائز ہوگی جبکہ کوئی نیک نتیجہ اس کا مرتّب ہو اور جس کو معاف کیا گیا کوئی اصلاح اس کی اس عفو سے متصور ہو ورنہ قانون یہی ہے جو توریت میں مذکور ہے۔

جماعت احمدیہ کی ترقی

'' اَے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور بُرہان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں غایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا...... اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے'' (تذکرۃ الشہادتین)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

'' خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔'' (تجلّیات الٰہیہ)

جماعت احمدیہ زمین کے کناروں تک

NIGER	27	GHANA	1
TOGO	28	GAMBIA	2
GABON	29	BURKINAFASO	3
CHAD	30	IVORY COAST	4
GUINEA KANAKARA	31	SIERRALEONE	5
CAMROON	32	NIGERIA	6
MAURITANIA	33	LIBERIA	7
EQUATORIAL GUINEA	34	SENEGAL	8
CAPE VERDE ISLANDS	35	GUINEA BISSAU	9
KENYA	36	BENIN	10
REUNION ISLANDS	37	TANZANIYA	11
EGYPT	38	UGANDA	12
LESOTHO	39	REPUBLIC OF CONGO	13
LIBYA	40	ZAMBIA	14
MUROCCO	41	ZIMBABWE	15
SADTONE AND PRINCIPE	42	MALAWI	16
NAMIBIA	43	BURUNDI	17
SUDAN	44	MOZAMBIQUE	18
SWAZILAND	45	CONGO(BRAZAVILLE)	19
TUNISIA	46	RWANDA	20
W. SAHARA	47	MAURITIUS	21
USA	48	MADAGASCAR	22
CANADA	49	COMOROS	23
GUATEMALA	50	SOUTH AFRICA	24
BRAZIL	51	ANGOLA	25
SURINAME	52	MALI	26

GUYANA	82	ETHOPIA	53
TRINIDAD	83	SOMALIA	54
JAMAICA	84	ERITREA	55
GRENADA	85	DJIBOUTI	56
ST.LUCIA	86	SEYCHELLES	57
ELOSALVADOR	87	ALGERIA	58
DOMINICAN REPUBLIC	88	BOSTSWANA	59
ITALY	89	CENTRAL AFRICAN REPUBLIC	60
SLOVENIA	90	MEXICO	61
BOSNIA	91	COLUMBIA	62
CROTIA	92	ARGENTINA	63
AUSTRIA	93	NICARAGAUA	64
CZECH REPUBLIC	94	ECUADOOR	65
IRELAND	95	VENEZULLA	66
SERBIA	96	ST.KITTS AND NEVIS	67
FINLAND	97	GERMANY	68
ANDORRA	98	BELGIUM	69
CYPRUS	99	HOLLAND	70
GREECE	100	SWITZERLAND	71
MALTA	101	FRANCE	72
MONACO	102	SPAIN	73
KOSOVA	103	PORTUGAL	74
MOLDOVA	104	DENMARK	75
INDIA	105	SWEDEN	76
PAKISTAN	106	NORWAY	77
BANGLADESH	107	POLAND	78
AFGANISTAN	108	UNITED KINGDOM	79
BHUTAN	109	HUNGARY	80
IRAN	110	ALBANIA	81

IRAQ	140	*BULGARIA*	111
BAHRAIN	141	*MACEDONIA*	112
PALESTINE+KABABIR	142	*LUXEMBOURG*	113
PHILIPPINES	143	*JORDON*	114
SINGAPORE	144	*KUWAIT*	115
SOUTH KOREA	145	*LEBANON*	116
THAILAND	146	*MALDIVES*	117
VIETNAM	147	*NEPAL*	18
MONGOLIA	148	*OMAN*	119
MARTIMQUE	149	*QATAR*	120
AUSTRALIA	150	*SAUDI ARABIA*	121
FIJI	151	*SRILANKA*	122
KIRBATI	152	*SYRIA*	123
MARSHAL ISLANDS	153	*TURKEY*	124
TONGO	154	*YEMEN*	125
WESTERN SAMA	155	*ABU DABI*	126
TUVAW	156	*DUBAI*	127
MICRONESIA	157	*SHARJAH*	128
NARU	158	*BRUNEI*	129
UNAUATU	159	*MYANMAR*	130
TOKELAU	160	*CAMBODIA*	131
SOLOMON ISLANDS	161	*CHINA*	132
NEWZEALAND	162	*HONGKONG*	133
COOK ISLANDS	163	*ANDONESIA*	134
PHONEIX ISLAND	164	*JAPAN*	135
NEW CALDONIA	165	*LAOS*	136
ESTONIA	166	*MALAYSIA*	137
ANTIGUA	167	*GUAM*	138
BERMUDA	168	*NORFOLKI ISLAND*	139

BOLIVIA	184	TAHITI	169
GUADELOUPE	185	AZERBAIJAN	170
ST.MARTIN	186	BELARUS	171
FRENCH GUINEA	187	KYRGHSTAN	172
HAITI	188	KAZAKHSTAN	173
TAJKISTAN	189	RUSSIA	174
PALAO	190	TATARISTAN	175
ICELAND	191	UKRAINE	176
LETHWANIA	192	UZBEKISTAN	177
SARBIA	193	MAYON ISLAND	178
LITHOWINIA	194	PERU	179
TURKAMANISTAN	195	GIBRALTER	180
DOMINICA	196	BAHAMAS	181
FAROE ISLAND	197	ST. VINCENT	182
RUMANIA	198	PAPVA NEW GUINEA	183

جماعت احمدیہ کے ذریعہ دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت

سن اشاعت	زبان	نمبر شمار	سن اشاعت	زبان	نمبر شمار
1987	RUSAIAN	5	1953	DUCH	1
1988	JAPANESE	6	1953	KISWAHILI	2
1988	KIKUYU	7	1954	GERMAN	3
1988	KOREAN	8	1955	ENGLISH	4

1988	*PORTUGUESE*	29	1957	*URDU* (tafseer-e-sagheer)	9
1988	*SPANISH*	30	1967	*DANISH*	10
1988	*SWEDISH*	31	1970	*ESPERANTO*	11
1989	*GREEK*	32	1970	*INDONESIAN*	12
1989	*MALAY*	33	1976	*YORUBA*	13
1989	*ORIYA*	34	1983	*GURMUKHI*	14
1989	*PERSIAN*	35	1984	*LUGANDA*	15
1989	*PUNJABI*	36	1985	*FRENCH*	16
1989	*TAMIL*	37	1986	*ITALIAN*	17
1989	*VEINAMESE*	38	1987	*FIJIAN*	18
1990	*BENGALI*	39	1987	*HINDI*	19
2000	*URDU* *(By Khalifatul Masih IVth)*	40	1990	*CZECH*	20
1998	*SUNDANESE*	41	1990	*CHINESE*	21
2001	*NEPALI*	42	1990	*GUJRATI*	22
2002	*JULA*	43	1990	*IGBO*	23
2002	*KIKAMBA*	44	1990	*MENDE*	24
2003	*CATALAN*	45	1990	*PASHTU*	25
2004	*CREOLE*	46	1990	*POLISH*	26
2004	*KANNADA*	47	1990	*SARAEIKI*	27
2005	*UZBEK*	48	1990	*TURKISH*	28

نمبر شمار	زبان	سن اشاعت
49	*TUVALUAN*	1990
50	*BULGARIAN*	1991
51	*MALAYALAM*	1991
52	*MANIPURI*	1991
53	*SINDHI*	1991
54	*TAGALOG*	1991
55	*TELUGU*	1991
56	*HAUSA*	1992
57	*MARATHI*	1992
58	*NORWEGIAN*	1996
59	*KASHMIRI*	1998
60	*ASSAMESE*	1990
61	*MOORE*	2006
62	*FULA*	2007
63	*MANDINKA*	2007
64	*WOLOF*	2007
65	*BOSNIAN*	2008
66	*KIRGIT*	2008
67	*THAI*	2008
68	*BALAGASI*	2008
69	*ASHANTI*	2009
70	*PORTUGUESE KRIOL*	2010
71	*ALBANIAN*	1990